نظامِ زکوٰۃ، صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ

سیرتِ طیّبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

پروفیسر عبدالصمد
ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی، لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج برائے طلبہ نارتھ کراچی

Abstract

The Holy Prophet (S.A.W.W) has given an organised system to his nation (ummah) sothat the ummah could pass a successful life following the systematic rules of the organised system. The Holy Prophet (S.A.W.W.) did act also what he ordered his nation and became the example for all the human beings till the day of judgement. The Holy Prophet (S.A.W.W) esteblished the system of charity also sothat the circulation of wealth could be possible in the society and the poor people could also live their lives. In case of any emergrncy need any person of all over the world could be helped whether he is rich or poor. If any rich person traveling and lost his money and he is not in reach of his own amount, he will be considered needy and paid chrity to help him, likewise, any poor, needy person who is not in a condition to even arrange food for himself or his family, any student who does not have enough amount to complete his studies or any needy who does not reach the rate of charity, he will be given charity to help him. And any

Muslim who reaches the rate of charity, he will have to pay charity, otherwise the leader of Muslim Ummah has the authority to take any necessary actions against him according to the rules of Shriah. Zakat is obligatory for those who reach the rate of charity(nisab). Who refuse to pay, they are sinful person and would be punished in the Day of judgement. In short charity is a system that ciculate the wealth through the state and not only finhes the poverty but also grow up the society.

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان کہ اُس پاک ذات نے ہمیں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا امّتی بنایا کہ جو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زندگی کے تمام معاملات میں عملاً اپنی امت کی رہنمائی فرمائی۔ زندگی کے ہر گوشے سے متعلق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک ایسا نظام منظّم فرمایا کہ جس پر انؐ کی امت عمل کر کے تا قیامت سرخرو ہوسکتی ہے۔ ان تمام منظّم نظامات میں سے ایک نظام ''نظامِ زکوٰۃ، صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ'' ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے قائم ہونے سے ایک معتدل معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے، جس میں ہر شخص اپنی ضروریاتِ زندگی با آسانی پوری کر سکتا ہے۔ کوئی بھی غریب، مسکین، فقیر، یتیم، بیوہ غرض یہ کہ کوئی بھی ضرورت مند اپنی ضروریاتِ زندگی کے لیے پریشان نہیں ہوتا۔ ہر حاجت مند اپنی حاجت پوری کرسکتا ہے اور اس کی عزت بھی مجروح نہیں ہوتی۔

یہ ایک ایسا نظام ہے جس کے نفاذ کے باعث مال چند ہاتھوں میں نہیں رہتا بلکہ گردش کرتا ہے اور معاشرے سے غربت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ معاشی نظام بھی بہتر ہوتا ہے۔ در اصل زکوٰۃ یا صدقات ایک مالی عبادت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے بندے اُس کی راہ میں اپنے مال میں سے کچھ حصّہ شرع کے مشروط کردہ اصولوں کے مطابق ضرورتمندوں کے لیے نکالتے ہیں۔ اس طرح زکوٰۃ ہو یا صدقات دونوں کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دیگر مسلمان ضرورتمند برادران کی مالی مدد کرنا ہے، البتہ دونوں کی نوعیّت میں ذرا فرق ہے، لہٰذا اس کے نظام پر روشنی ڈالنے کے لیے دونوں اصطلاحات کا مختصر تعارف، فہم اور اہمیت کا علم بھی ضروری ہے۔

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے جس کے معنی اپنے مخصوص مال کا ایک مخصوص حصہ جو شرع شریف نے مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی مسلمان فقیر یا مسکین وغیرہ کو جو زکوٰۃ لینے کا شرع میں حقدار ہے

دے کر اُسے اس طرح مالک کر دینا کہ اپنا نفع اس سے بالکل ہٹا لے۔ زکوٰۃ ادا کرنا فرضِ قطعی ہے جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اس سے روکنے والا قتل کیا جائے گا اور جو شخص انکار نہیں کرتا مگر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز اس کو بڑا سخت عذاب ہوگا۔ فرض ہونے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب ہے اور بلا عذر تاخیر کرنا مکروہِ تحریمی اور گناہ ہے، ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔(۱)

زکوٰۃ (آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دور میں) چار مدوں سے وصول ہوتی تھی۔ نقد روپیہ، پھل اور پیداوار، مویشی (بجز گھوڑا)، اسبابِ تجارت، دو سو درہم چاندی، بیس مثقال سونے اور پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ نہ تھی۔ پیداوار سے جو زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی اس کے لیے ضروری تھا کہ اس کی مقدار ۵ وسق (۳۰۰ صاع بہ تحقیق امام ترمذی) یا پانچ وسق سے زیادہ ہو۔ سونا اور چاندی کا چالیسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا۔ مویشیوں کا نرخ زکوٰۃ بھی مختلف جنس کی مختلف تعداد پر مقرر تھا جو حدیث اور فقہ کی تمام کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ اراضی کی دو قسمیں کی گئیں۔ ایک وہ جس کی سیرابی صرف بارش یا بہتے پانی سے ہوتی ہے۔ اس قسم کی اراضی کی پیداوار میں دسواں حصّہ (عشر) وصول ہوتا تھا اور جس کو آب پاشی کے ذریعے سیراب کیا جاتا تھا اس میں نصف (عشر) یعنی بیسواں حصہ لیا جاتا تھا۔ سبزی پر زکوٰۃ نہ تھی۔ عموماً جہاں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی وہیں کے مستحقین پر صرف کردی جاتی تھی۔ صحابہ اس حکم کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ ایک صحابی کو زیاد نے عامل بنا کر ایک مقام پر بھیجا جب وہ واپس آئے تو زیاد نے ان سے رقم کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ سے جس طرح ہم کرتے آئے تھے وہی ہم نے کیا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تو زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

وصدقة توخذ من اغنيائهم وترد الى فقرائهم

"اور صدقہ جو ان کے امراء سے لے کر غریبوں میں تقسیم کیا جائے گا"۔(۲)

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی کے حوالے سے قرآن میں کئی جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ٥

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔(۳)

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط

اور نماز پڑھتے رہنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا(۴)

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ط

اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔(۵)

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ہ

اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (فلاح حاصل کرلی)۔(٦)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ہ

جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔(۷)

مندرجہ بالا قرآنی آیات میں زکوٰۃ کی فرضیت و اہمیت بالکل واضح ہے اسی طرح زکوٰۃ سے متعلّق کئی مزید آیات بھی ہیں جن میں زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے انعام، نہ ادا کرنے والے کے لیے سزا نیز اس کے فضائل، حکم، اہمیّت اور مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

صدقہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی غریب، فقیر، مسکین یا کسی بھی ضرورت مند کی مالی مدد کرنا ہے۔ صدقہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، فرض، واجب اور نفلی صدقہ۔ زکوٰۃ فرض، فطرہ واجب، اور کسی ضرورت مند کی فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد بھی مدد کرنا یا کسی کی ضرورت پوری کر دینا نفلی صدقہ کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے،

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط

ان کے مال میں سے صدقہ قبول کرلیں ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے رہیں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں۔(۸)

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا اور صدقات لیتا ہے۔(۹)

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝

جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی اور اللہ کو نیک (نیت اور خلوص سے) قرض دیتے ہیں ان کو دوگنا ادا کیا جائے گا اور ان کے لیے عزت کا صلہ ہے۔(۱۰)

زکوٰۃ کی طرح صدقات وخیرات اور انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق بھی بیشتر آیات قرآنِ کریم میں موجود ہیں جن میں چند آیات سطورِ بالا کی زینت بنائی گئی جن سے صدقات کی اہمیت وافادیت واضح ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ اللہ کے لیے ہوتا ہے چاہے وہ فرض و واجب کی ادائیگی کی صورت میں ہو یا نفلی ہو۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زکوٰۃ وصدقات کا ایسا مکمل ومنظم نظام ترتیب دیا ہے کہ اگر تمام صاحبِ استطاعت راہِ خدا میں اپنے مال سے شرع کے مطابق کچھ حصہ نکالیں تو معاشرے سے مفلسی واستحصال ختم ہو جائے اور نفلی صدقات وصول کرنے والا بھی کوئی فرد نہ ہو اور نفلی صدقات کا مصرف دینی اداروں کا قیام، مساجد کی تعمیر، طلباء کی تعلیم، تبلیغ وغیرہ ہو جائے۔ اور اگر یہ نظام رائج کر دیا جائے تو اس نظام کے باعث ایک وقت ایسا بھی ضرور آ جائے گا کہ جب معاشرے میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ہوگا۔

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اسلام سے پہلے بھی بہت کچھ خیرات اور مبرّات کیا کرتے تھے جیسا کہ آغازِ اسلام میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شہادت دی ہے۔ اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی چیز نقد اپنے پاس رہنے نہیں دیتے تھے جو کچھ آتا مستحقین میں تقسیم فرما دیتے لیکن بایں ہمہ زکوٰۃ کا ادا کرنا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت نہیں ہے۔ اس سے بعض فقہاء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، لیکن اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ کے دو مفہوم ہیں ایک مطلق صدقہ وخیرات اور اس باب میں جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کیفیت تھی وہ کس سے مخفی ہے؟ دوسرا یہ کہ چاندی سونے یا جانور وغیرہ کی مخصوص مقدار وتعداد پر جو حاجتِ اصلیہ سے زیادہ ہو اور سال بھر تک مالک کے قبضے میں رہی ہو ایک خاص شرح رقم ادا کی جائے۔ یہ مصطلحہ زکوٰۃ کبھی آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر فرض ہی نہیں ہوئی۔ کاشانۂ نبوّت میں کوئی قابلِ زکوٰۃ چیز سال بھر تک تو کیا رہتی یہ بھی

پسندِ خاطر نہ تھا کہ شب گزر جائے اور مال و دولت کا کوئی نشان گھر کے اندر رہ جائے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آگئی کہ وہ شام تک ختم نہ ہوسکی، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے رات بھر مسجد میں آرام فرمایا اور کاشانۂ اقدس میں اس وقت تک قدم نہیں رکھا جب تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر یہ اطلاع نہ دی کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! خدا نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سبکدوش کیا۔(۱۱)

صحیح بخاری (ص۱۹۱ ج۱) میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کون سا صدقہ ثواب کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے؟ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تو ایسے وقت میں صدقہ کرے جبکہ تو تندرست ہو اور خرچ کرتے ہوئے نفس کنجوس بن رہا ہو، تجھے تنگدستی کا ڈر ہو اور مالداری کی امید لگائے بیٹھا ہو اور صدقہ کرنے میں تو اتنی دیر نہ لگا کہ جب روح حلق کو پہنچنے لگے تو تُو کہنے لگے کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا دینا (اب تیرے دینے اور اعلان کرنے سے کیا ہوگا) اب تو فلاں کا ہی ہو چکا"۔

مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے کا سب سے بڑا مرتبہ یہ ہے کہ تندرستی کے وقت جبکہ مرض الموت میں مبتلا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے لگے تو نفس کہتا ہے کہ خرچ نہ کرو پھر بھی نفس کے تقاضے کو دبا کر خرچ کرتا ہے۔ نفس کہتا ہے کہ خرچ کرو گے تو تنگدستی آئے گی اور مالدار بننے میں دیر لگے گی پہلے خوب مالدار ہو جاؤ پھر خرچ کرنا۔ لیکن خرچ کرنے والا نفس کی کوئی بات نہیں مانتا۔ اللہ کی رضا کے لیے وجوہِ خیر میں کرچ کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ موت کے وقت صدقہ کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں کو اتنا دینا، فلاں کو اتنا دینا اس کی وہ حیثیت نہیں جو تندرستی میں خرچ کرنے کی تھی۔ اب دوسروں کو کیا دے رہے ہو اب تو دوسروں کا ہی ہو چکا۔ (۱۲)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلھا بیمینہ .....

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں جو شخص پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک کمائی کے صدقے کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ پھر صدقہ کرنے والے کے مال میں زیادتی کرتا

ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو بڑھاتا ہے (کھلا پلا کر) تا آنکہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔(۱۳)

عرب کا خلوص اور جوشِ ایماں اگر چہ ان کو خود صدقہ و زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ کر دیتا تھا چنانچہ اسلام لانے کے ساتھ ہی ہر قبیلہ اپنی قوم کا صدقہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں خود پیش کرتا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعا سے برکت اندوز ہوتا تھا۔لیکن ایک وسیع ملک اور ایک وسیع حکومت کے لیے یہ طریقہ کافی نہ تھا اس لیے ولاۃ کے علاوہ یکم محرم ۹ھ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صدقہ و زکوٰۃ کے وصول کرنے کے لیے ہر قبیلہ کے لیے الگ الگ محصلین مقرر فرمائے جو قبائل کا دورہ کر کے لوگوں سے زکوٰۃ اور خراج وصول کر کے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت مبارک میں پیش کرتے تھے۔ عموماً خود رؤسائے قبائل اپنے اپنے قبیلوں کے محصل ہوتے تھے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً ان کا تقرر وقتی ہوتا تھا۔

بہر حال آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس فرض کی انجام دہی کے لیے حسبِ ذیل اشخاص کو مختلف قبائل اور شہروں میں متعین فرمایا۔

عدی بن حاتم کو طے و بنی اسد، ابوجہم بن حذیفہ کو بنولیث، صفوان بن صفوان کو بنی عمرو، عیک ہذیمی کو بنو ہذیم، مالک بن نویرہ کو بنو حنظلہ، عمر فاروق کو شہرِ مدینہ، بریدہ بن حصیب الاسلمی کو غفار و اسلم، عباد بن بشر الاشہلی کو سلیم و مزنیہ، رافع بن مکیث کو جہینہ، زبرقان بن بدر کو بنو سعد، قیس بن عاصم کو بھی بنو سعد، عمرو بن عاص کو بنو فزارہ، ضحاک بن سفیان کلابی کو بنو کعب، عبداللہ بن اللتیہ کو بنو ذبیان، ابو عبیدہ بن جراح کو شہر نجران، عبداللہ بن رواحہ کو شہر خیبر، زیاد بن لبید کو حضر موت، ابو موسیٰ اشعری کو صوبۂ یمن، خالد کو بھی صوبۂ یمن، ابان بن سعید کو بحرین محمہ بن جزء الاسدی کو تحصیل خمس، عمرو بن سعید بن عاص کو تیماء اور عینیہ بن حصن فزاری کو بنو تمیم کے لیے متعین فرمایا۔

ان محصلین کے تقرر میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم حسبِ ذیل امور کی پابندی فرماتے تھے۔

۱۔ ان کو ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس میں بتصریح بتایا جاتا تھا کہ کس قسم کے مال کی کتنی تعداد میں زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے؟ چھانٹ کر مال لینے کی یا حق سے زیادہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ عام حکم تھا کہ ایاک وکرائم اموالھم۔ یہ عمال نہایت شدت کے ساتھ اس پر عمل کرتے تھے اور اس فرمان سے تجاوز جائز نہیں رکھتے تھے۔ بعض لوگوں نے بخوشی حق سے زیادہ دینا چاہا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا محصل آیا۔ میں جا کر اس کے پاس بیٹھا تو اس نے پہلے جانوروں کی ان اقسام کو بیان کیا جن کے لینے کی فرمان میں اجازت نہ تھی۔ چنانچہ

اسی وقت ایک شخص ایک نہایت عمدہ کوہان دار اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور اس کی خدمت میں پیش کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اسی طرح جب ایک شخص نے ایک محصل کو بچے والی بکری دی تو اس نے کہا کہ ہم کو اس کے لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔

۲۔ عرب کے مال و دولت کی کل کائنات بکریوں کے ریوڑ اور اونٹوں کے گلے تک محدود تھی۔ جو جنگلوں میں بیابانوں میں، پہاڑوں کے دامنوں میں چرتے تھے، لیکن بجائے اس کے کہ دنیوی حکومتوں کی طرح جابرانہ احکام کے ساتھ لوگ خود زکوٰۃ کے جانور لا کر محصلین کے سامنے پیش کرتے محصلوں کو خود ان دروں میں جا کر زکوٰۃ وصول کرنا پڑتی تھی۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں پہاڑ کے ایک درہ میں بکریاں چرا رہا تھا کہ دو شخص اونٹ پر سوار ہو کر آئے اور کہا ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قاصد ہیں یہاں تمہاری بکریوں کا صدقہ وصول کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک بچہ والی شیر دار بکری پیش کی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہم کو اس کے لینے کا حکم نہیں۔ میں نے ایک دوسرا بچہ دیا تو انہوں نے اس کو اپنے اونٹ پر لاد لیا اور چلتے ہوئے۔

۳۔ اگرچہ صحابہ اپنے تقدس اور پاک باطنی کی بناء پر ہر قسم کے ناجائز مال لینے سے خود احتراز کرتے تھے چنانچہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خیبر کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہاں کی زراعت کی نصف پیداوار حسبِ معاہدہ تقسیم کرا کے لائیں تو انہوں نے ان کو رشوت دینا چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ''اے خدا کے دشمنو! کیا مجھے حرام مال کھلانا چاہتے ہو''۔ لیکن بایں ہمہ زہد و تقدس جب محصل اپنے دورہ سے واپس آتے تھے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خود ان کا محاسبہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ابن اللتبیہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا جب وہ واپس ہوئے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کا محاسبہ کیا تو انہوں نے کہا یہ مال آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے یہ سن کر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم کو گھر بیٹھے بیٹھے ہدیہ کیوں نہیں ملا؟ اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی تو ایک عام خطبہ دیا اور تما لوگوں کو اس قسم کے مال لینے سے سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی۔

۴۔ چونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خاندان پر صدقہ و زکوٰۃ کا مال حرام کر دیا تھا اس لیے نبوت کا کوئی فرد صدقہ کا محصل مقرر نہیں ہوا۔ ایک بار عبدالمطلب بن زمعہ بن حارث اور فضل ابن عباس کہ عم زاد بھائی اور بھتیجے تھے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں درخواست کی کہ اب ہمارا سن نکاح کے قابل ہو گیا ہے تمام لوگوں کی طرح ہم کو بھی صدقہ کا عامل مقرر فرما دیجیے تاکہ اس کے معاوضہ سے کچھ مال جمع کر کے نکاح کے لیے سرمایہ مہیا کریں۔ لیکن آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ

صدقہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے جائز نہیں ہے وہ لوگوں کا میل ہے۔

۵۔ عمال کا انتخاب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے تھے اور جو لوگ اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے خود پیش کرتے تھے ان کی درخواست نامنظور ہوتی تھی۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ دو شخص آئے اور عامل بننے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تم کیا کہتے ہو؟" انہوں نے کہا کہ مجھ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ لوگ اس غرض سے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان دونوں کی درخواست نامنظور کی اور فرمایا کہ جو لوگ خود خواہش کرتے ہیں ہم ان کو عامل مقرر نہیں کرتے۔ لیکن اسی وقت حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا درخواست یمن کا عامل مقرر کر کے روانہ فرمایا۔

۶۔ عمال کو صرف بقدرِ ضرورت معاوضہ ملتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے عام منادی فرما دی تھی کہ جو شخص ہماری مقرری شرح سے زیادہ لے گا وہ خیانتِ مالی ہے، مقدارِ ضرورت کی تصریح خود آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرما دی تھی۔

من كان لنا عاملا فليكتسب زوجة فان لم يكن له خادم فليكتسب خادما وان لم يكن له مسكن فليكتسب مسكناً ومن اتخذ غير ذالك فهو غال

"جو شخص ہمارا عامل ہو اس کو ایک بی بی کا خرچ لینا چاہیے اس کے پاس نوکر نہ ہو تو نوکر کا۔ اگر مکان نہ ہو تو مکان کا لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو وہ خائن ہوگا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس قسم کا معاوضہ ملا تھا چنانچہ ان کے عہدِ خلافت میں جب صحابہ نے زہد و تقدس کی بنا پر معاوضہ لینے سے انکار کیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسی طرزِ عمل سے استدلال کیا۔ (۱۴)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کنز (خزانہ) جس کے جمع کرنے کی مذمت قرآن مجید میں آئی ہے اس سے مراد وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو، لیکن اگر زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو باقی مال و دولت خواہ اس کی گنتی اربوں تک کیوں نہ پہنچے "کنز" کے حکم میں نہیں ہے۔ اور کوئی بھی شخص زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد جتنا بھی مال چاہے جمع کر سکتا ہے۔ کوئی پابندی اسلام نہیں لگاتا۔۔۔۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال و دولت جس قدر بھی جائز طریقے پر جمع کی جا سکے کوئی مضائقہ نہیں۔ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی یہی سمجھے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دور میں بھی بہت سے

صحابہ بڑے مالدار اور صاحب ثروت تھے خلفاء راشدین کے دور میں بھی تھے اور ہمیشہ رہے۔(۱۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

إِنْ تبدو الصدقٰتِ فنعما هی. وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فهو خير لكم ط ويكفر عنكم من سياتكم. والله بما تعملون خبير

اگر تم خیرات ظاہر دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہلِ حاجت کو تو وہ خوب تر ہے اور (اس طرح دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔(۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، ایک بنی اسرائیل کے شخص نے کہا کہ مجھے صدقہ دینا ہے، چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر چرچا تھا کہ کسی نے چور کو صدقہ دے دیا اس شخص نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے لیے ہے! میں پھر صدقہ کروں گا چنانچہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے آیا اور جب صبح ہوئی تو پھر چرچا تھا کہ رات کسی نے زانیہ عورت کو صدقہ دے دیا، اس شخص نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے لیے ہے میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا! اچھا پھر صدقہ نکالوں گا، چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے نکلا، اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ لگا صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے اپنا صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! حمد تیرے لیے ہی ہے! میں اپنا صدقہ چور، زانیہ اور مالدار کو دے آیا (جو سب کے سب غیر مستحق تھے)۔

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ لاعلمی میں اگر صدقہ مالدار (یا کسی غیر مستحق) کے ہاتھوں پڑ جائے اور دینے والے کی نیت میں خلوص ہو تو مقبول ہوتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بھی یہی مسئلہ ہے۔ البتہ پوری طرح سوچ سمجھ کر دینا چاہیے۔(۱۷)

صدقہ اسی حد تک ہونا چاہیے کہ سرمایہ باقی رہے۔ اگر کوئی ایسا شخص صدقہ کرے جو محتاج ہو یا اس کے خاندان والے محتاج ہوں یا اس پر قرض ہو تو صدقہ کرنے غلام آزاد کرنے اور ہبہ کرنے سے زیادہ ضروری ہے کہ قرض ادا کیا جائے اور یہ دینے والے پر رد کر دیا جاتا ہے کیوں کہ اسے یہ حق نہیں کہ وہ دوسروں کے مال کو ضائع کرے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرض اس نیت سے لیتا ہے کہ اسے ضائع کردے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ضائع کر دیتے ہیں۔ البتہ وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے جو صبر کے لیے مشہور ہو اور احتیاج کے باوجود دوسروں کے لیے ایثار سے کام لیتا ہو، جیسے کہ ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنا تمام مال صدقہ کر دیا تھا۔ اسی طرح انصار نے مہاجرین کے ساتھ ایثار سے کام لیا تھا۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مال ضائع کرنے سے منع کیا ہے اس لیے یہ کسی کو حق نہیں کہ دوسروں کے مال کو صدقہ کرنے کی وجہ سے ضائع کر دے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ! میں تو بہ اس طرح کرنا چاہتا ہوں کہ اپنا مال اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی راہ میں صدقہ کر دوں، لیکن آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کچھ سرمایہ اپنے پاس بھی محفوظ رکھو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا اس پر میں نے عرض کی کہ پھر میں اپنا وہ حصہ اپنے لیے محفوظ رکھتا ہوں جو خیبر میں ہے۔(۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات ہوئی اور خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوئے ادھر عرب کے بہت سے قبائل نے انکار کرنا شروع کر دیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان کی موجودگی میں کیونکر جنگ کر سکتے ہیں کہ مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں اور جو شخص اس کی شہادت دے دے گا تو میری طرف سے اس کا جان و مال محفوظ ہو جائے گا سوا کسی کے حق کے (یعنی قصاص وغیرہ کی صورتیں اس میں مستثنیٰ ہیں) اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بخدا میں ہر اس شخص سے لڑوں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے خدا کی قسم اگر انہوں نے چار مہینے کے بچے دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا یہ بات اس کا نتیجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا فرمایا تھا اور بعد میں، میں بھی اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات ہوئی تو عرب کے ان تمام قبائل میں جو مدینہ سے دور تھے ایک بے چینی پھیل گئی۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی ہی میں سارا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ لیکن بہر حال پوری قوم بدویانہ اور مرکز گریز زندگی کی ہمیشہ سے عادی تھی۔ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نبی تھے اس لیے ان کی امارت اور سرداری مسلم تھی۔ قبائلی عربوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کر لی لیکن تمہاری اطاعت کیوں کریں؟ جس طرح تم نے (مدینہ والوں نے) اپنا ایک امیر منتخب کیا ہے ہم بھی ایک امیر منتخب کر لیں گے اور زکوٰۃ ہم نہیں دیں گے، تم ہم سے ہمارے روپے نہیں لے سکتے۔ ہم اگر زکوٰۃ دیں گے تو اپنے ہی قبیلے کے کسی منتخب امیر کو، لیکن ابو بکر صدیق خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کا کہنا یہ تھا کہ یہ اسلام کے احکام میں رخنہ اندازی ہے۔ زکوٰۃ بالکل اسی

طرح فرض ہے جس طرح نماز۔ نماز پڑھنے کا اقرار ہے اور زکوٰۃ دینے سے انکار۔ یہ کیا اسلام ہے؟ ہر مسلمان کو زکوٰۃ بھی دینی ہوگی۔ جب تم نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تو زکوٰۃ سے انکار خدا کے حکم اور اس کے دیے ہوئے دستور کے مطابق حکومت سے بغاوت ہے اور ہم ان تمام لوگوں سے جنگ کریں گے جو اس بغاوت میں حصّہ لیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا یہ تھا کہ اس بغاوت پر ان سے جنگ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دیے ہوئے احکام کے خلاف ہے آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کا مقصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف یہ تھا کہ ہم جنگ صرف انہی لوگوں سے کر سکتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ رکھتے ہوں لیکن جو لوگ اس کلمہ کی شہادت دے دیں ان سے جنگ جائز نہیں ان کے کہنے کا یہ مقصد تھا کہ زکوٰۃ نہ دینا اور کلمۂ شہادت کا اقرار نہ کرنا دو الگ چیزیں ہیں، اگر کوئی کلمۂ شہادت کے بعد زکوٰۃ سے انکار کردے تو وہ کافر نہیں ہوجاتا کہ ہم ان سے جنگ کریں۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا کیونکہ شہادت کی طرح زکوٰۃ، حج اور دوسری تمام ضروریات دین پر یقین و ایمان مسلمان کے لیے ضروری ہے لیکن ایک اور بات تھی، ان لوگوں نے نہ کلمۂ شہادت سے انکار کیا تھا نہ نماز سے نہ زکوٰۃ یا کسی بھی ضروریاتِ دین سے، بلکہ ان کا انکار صرف اس مرکزی زندگی سے تھا جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قائم کر گئے تھے چنانچہ انہوں نے کہا بھی یہ تھا کہ "منا امیر و منکم امیر" یعنی انہیں زکوٰۃ دینے سے انکار نہیں تھا بلکہ اس مرکزی زندگی سے انکار تھا جو خلافتِ اسلامی ان کے لیے ضروری قرار دے رہی تھی گویا وہ چاہتے تھے کہ زمانۂ جاہلیت کی طرح ہر قبیلہ کا ایک الگ امیر ہو اور زکوٰۃ اس کو دی جائے اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اعلانِ جنگ انتظامی مصالح کی بنا پر تھا کیونکہ خلافت سے انہوں نے بغاوت کی تھی اور اسلام کے اس مرکزی اور دستوری اسٹیٹ کو ماننے سے انکار کیا تھا جسے اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم قائم کر گئے تھے اور جو ابھی بالکل ابتدائی مراحل سے گزر رہی تھی۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ تدبر اور سیاسی بصیرت کا پتہ چلتا ہے کہ جب عرب کا اکثر حصہ اس مرکزی زندگی سے انکار کر چکا تھا جو اسلام میں مطلوب تھی تو آپ نے اعلانِ جنگ اس طرح کیا کہ سب راہِ راست پر آگئے۔ اس وقت سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ آج جن لوگوں نے زکوٰۃ مدینہ بھیجنے سے انکار کیا تھا وہ آئندہ اسلام کے دوسرے مسائل کو اپنی خواہشات کے تابع کرنے کی کوشش نہیں کریں گے؟ (۱۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا،

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ ا

لِلّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط

صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور عاملین کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ قلوب (دل جوئی) منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں۔(۲۰)

فقیر اس کو کہتے ہیں جو غنی نہ ہو، خواہ اس کے پاس مال بالکل نہ ہو، نادار ہو یا کچھ مال ہو (مگر اتنا نہ ہو کہ غنی ہو جائے) گویا لفظ فقیر مسکین اور دوسرے اصنافِ مستحقین سے عام ہے۔ اکثر حنیفہ قائل ہیں کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس نصابِ زکوٰۃ نہ ہو۔ نصاب سے کم مال ہو۔۔۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک فقراء کا اعتبار قرض دار کے لیے بھی ہے اور مجاہد کے لیے بھی، یعنی فقیر کا لفظ ان دونوں کو بھی شامل ہے۔۔۔۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا: تم ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو اہلِ کتاب ہیں (اول) لا الہ الا اللہ اور محمد الرسول اللہ کی شہادت کی طرف دعوت دینا اگر وہ مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر ہر شبانہ روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ یہ بھی مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے غنی (صاحبِ نصاب) لوگوں سے لی جائے گی اور ان ہی کے فقراء (جو مالک نصاب نہ ہوں ان) کو بانٹ دی جائے گی۔ زکوٰۃ میں سب سے بڑھیا جانور نہ لینا، مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا۔ مظلوم کی بددعا (براہِ راست اللہ تک پہنچتی ہے اس کے) اور خدا کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔۔۔ اس حدیث کی رو سے زکوٰۃ لینے والے کا مسلم ہونا ضروری ہے، ایمان لازم ہے باجماع علماء غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی، خواہ غیر مسلم ذمی ہو یا حربی۔

جب لفظ فقراء و مساکین اور دوسرے ان تمام اقسام کو شامل ہیں جن کا ذکر اس جگہ کیا گیا ہے اور یہ لفظ سب سے عام ہے تو الفقراء کے بعد والمساکین کو ذکر کرنے کی صورت محض ان اقسام کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے ہوتی ہے جیسے عام طور پر خاص کا عطف خاص کی اہمیت کے پیشِ نظر کر دیا جاتا ہے۔ ۔۔۔ مسکین سے مراد وہ غریب آدمی ہے جو لپٹ چمٹ کر اصرار کے ساتھ سوال نہ کرے۔ سکون اور سکینہ سے مشتق مسکین سوال کے لیے اصرار کے ساتھ چوں کہ حرکت نہیں کرتا اس لیے اس کو مسکین کہا جاتا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو مارا مارا پھرے، ایک دو لقموں کی طلب یا ایک دو چھواروں کی خواہش اس کو

لیے لیے پھرے بلکہ مسکین وہ ہے جس کو بقدرِ کفایت نہ ملتا ہو اور کوئی اس کے حالات سے واقف بھی نہ ہو کہ کچھ خیرات دے دے اور خود وہ کھڑا ہو کر کسی سے مانگتا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسکین بھی ایک طرح کا فقیر ہی ہوتا ہے اور چونکہ اس کو دینا دوسرے غریبوں سے اہم ہے اس لیے الفقراء کے بعد والمساکین کا ذکر کیا گیا۔۔۔

والعملین علیھا سے مراد ان کارکنوں کے لیے (بھی صدقات ہیں) جو صدقات پر مقرر ہوں۔ اللہ نے (تمام محصلین زکوٰۃ اور ان کے مددگاروں اور کارندوں کو مجازاً فقراء کے ذیل میں شمار کیا، خواہ محصلینِ زکوٰۃ مالدار ہی ہوں تب بھی فقراء کے ذیل میں ان کا مجازاً شمار کیا جائے گا کیوں کہ زکوٰۃ وصول کرنے اور اس کو تقسیم کرنے کے معاملے میں محصلینِ زکوٰۃ فقراء کے وکیل (ایجنٹ) ہوتے ہیں انہی کے کام میں مشغول رہتے ہیں لہٰذا ان کا حقِ محنت ادا کرنا فقراء پر واجب ہے۔۔۔

بغوی نے لکھا ہے مؤلفۃ القلوب دو طرح کے تھے۔ مسلمان اور کافر۔ مسلمان مؤلفۃ القلوب بھی دو طرح کے تھے ایک وہ مسلمان جو اسلام میں داخل ہوتے وقت ضعیف الایمان تھے۔۔۔ دوسرے وہ مسلمان جن کا ایمان مسلمان ہونے کے وقت ہی مضبوط تھا مگر وہ اپنی اپنی قوموں کے سردار تھے (اور قوم والے کچھ ضعیف الایمان تھے) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دونوں گروہوں کو (صدقات) دیا کرتے تھے۔ اور ان کو دلجمعی اور ایمان مضبوط کرنے کے لیے اور دوسرے گروہ کو ان کی قوم کی تالیفِ قلب، ایمان کی حفاظت اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو ایمان و اسلام کی طرف راغب بنانے کے لیے دیا کرتے تھے اور زکوٰۃ کے مال میں سے نہیں دیتے تھے بلکہ مالِ غنیمت کے پچیسویں حصہ میں سے اور مالِ فئے میں سے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے مخصوص تھا، عطا فرماتے تھے۔ مسلمان مؤلفۃ القلوب کی دوسری شاخ میں وہ مسلمان بھی داخل تھے جن کے ہاں کافروں کے مقابلے کے لیے کوئی مسلمان فوج اتری ہو مگر مسلمانوں کی مقامی امداد کے بغیر وہ لشکر اپنے نشانہ پر نہ پہنچ سکتا ہو اور مقامی مسلمان جہاد میں شرکت کے لیے تیار نہ ہوں خواہ اپنی بدحالی کی وجہ سے یا ایمان کی کمزوری کے سبب سے، ایسی صورت میں حاکم کے لیے جائز ہے کہ مجاہدوں کے حصے کے مالِ غنیمت میں سے اور بقول بعض، مؤلفۃ القلوب کے زکوٰۃ کے جائز حصہ میں سے ان مسلمانوں کو دے دے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے تین سو زکوٰتی اونٹ لے کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے تیس اونٹ عدی رضی اللہ عنہ کو دے دیے۔

غیر مسلم مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ منکرین ہیں جن کی طرف سے شر کا اندیشہ یا مسلمان ہونے

کی امید ہو، امام مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے یا ان کے مسلمان ہونے کی امید میں کچھ دے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو مالِ غنیمت کے پچیسویں حصے میں سے کچھ دیا کرتے تھے جیسے صفوان بن امیہ کی اسلام کی طرف رغبت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عطا فرمایا تھا۔ لیکن اب غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے صدقات میں سے کچھ دینا جائز نہیں ہے، اللہ نے اسلام کو غلبہ مرحمت فرمادیا ہے زکوٰۃ کا روپیہ دے کر ان کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔۔۔ کچھ علماء کے نزدیک یہ حکم ساقط نہیں ہوا۔۔۔

الرقاب سے مراد مکاتب باندی غلام ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی یہی رائے ہے۔ ابن وہب کی روایت میں امام مالکؒ کا قول بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ مکاتب قطعا نادار ہوتے ہیں خواہ ان کے پاس بقدر نصاب مال بھی ہو جائے۔۔۔ ہم نے الرقاب کی تفسیر مکاتبین کے لفظ سے کی ہے(اور الرقاب سے مراد مکاتب غلاموں کو قرار دیا ہے اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو محمد بن اسحاق نے بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو ایک مکاتب نے عرض کیا امیر! لوگوں کو میرے لیے چندہ کرنے کی ترغیب دے دیجیے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مکاتب کے لیے لوگوں سے اپیل (درخواست) کی، فوراً لوگوں نے اس کے لیے (مال) پھینکنا شروع کر دیا، کسی نے عمامہ پھینکا، کسی نے ہار، کسی نے انگھوٹی۔ ایک ڈھیر ہوگیا۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے سب مال جمع کرنے کا حکم دیا پھر اس کو فروخت کرا کر مکاتب کو بقدر بدل کتابت دے دیا اور باقی غلاموں کی آزادی کے لیے دے دیا۔ دینے والوں کو واپس نہیں کیا اور فرمایا: یہ تو لوگوں نے گردنیں آزاد کرانے کے لیے دے ہی دیا ہے۔۔۔

والغارمین سے مراد باتفاق علماء قرض دار ہیں۔۔۔ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ جس قرض دار کے پاس ادائے قرض کے قابل مال نہ ہو وہ کوئی بھی ہو کسی وجہ سے قرض دار ہوا ہو، اس کا قرض چکانے کے لیے زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے کیونکہ الغارمین کا لفظ عام ہے۔ قرض دار کے پاس اگر بقدر ادائے قرض کے لیے مال نہ ہو تو وہ فقیر ہی ہوگا (خواہ کتنا ہی مال دار ہو) رخصتِ سفر میں بھی امام اعظم اور دوسرے اماموں کا یہی اختلاف ہے (کہ امام اعظمؒ کے نزدیک سفرِ اطاعت ہو یا سفرِ اباحت یا سفرِ معصیت، ہر سفر میں رخصت سے فائدہ اٹھایا جائے اور دوسرے اماموں کے نزدیک سفرِ معصیت میں رخصت سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا نہ قصرِ صلوٰۃ کا ترکِ صوم کا)۔۔۔

وفی سبیل اللہ۔۔۔ امام ابو یوسف، امام شافعی اور جمہور علماء کا قول ہے کہ فی سبیل اللہ سے مرا مجاہدین ہیں جو اپنے گھر بار سے جدا ہو جاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں۔ امام احمد اور امام محمد

کے نزدیک حاجی مراد ہیں۔۔۔ امام شافعیؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تم خالد پر ظلم کر رہے ہو اس نے تو اپنا اسلحہ اور ہتھیار وقف کر رکھے ہیں۔ میں کہتا ہوں جب فقر تمام مصارفِ زکوٰۃ میں ضروری ہے (اور ہر مصرفِ زکوٰۃ کا غریب ہونا لازم ہے) تو بہتر یہی ہے کہ سبیل اللہ کے لفظ کو نہ صرف جہاد کے لیے مخصوص قرار دیا جائے نہ حج کے لیے مخصوص قرار دیا جائے بلکہ عام چھوڑ دیا جائے خواہ کوئی مصرفِ خیر ہو سب کو یہ لفظ شامل ہے لہٰذا غریب طالبِ علموں کو جو زکوٰۃ دیتے ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ کے ذیل ہی میں آتا ہے۔۔۔

ابن السّبیل سے مراد مسافر ہیں۔ اگر کسی مسافر کے پاس اتنا مال نہ ہو جو زکوٰۃ لینے سے مانع ہو تو اس کو زکوٰۃ دی جائے خواہ سفر کی حالت میں ہو یا سفر کا ارادہ کر رہا ہو اور ناداری کی وجہ سے سفر نہ کر سکتا ہو۔ اگر کسی کے پاس اور اس کے قبضہ میں اتنا مال ہو جو زکوٰۃ لینے سے مانع ہو اور منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہو تو اس کو زکوٰۃ نہ دی جائے خواہ وہ سفر میں ہو یا برسرِ سفر۔۔۔ اگر کسی کے پاس وطن میں تو بہت مال ہو مگر سفر میں ساتھ اتنا مال نہ ہو کہ منزلِ مقصود پر پہنچ سکتا ہو اور نہ اتنا مال ہو جو زکوٰۃ لینے سے مانع ہو تو اس کو بالاتفاق زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔۔۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ایک دینار وہ ہے جو تو نے راہِ خدا میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تو نے کسی بردہ کی گلو خلاصی کے لیے خرچ کیا، ایک دینار ہے وہ جو کسی مسکین کو تو نے بطور خیرات دیا، ایک دینار وہ ہے جو تو اپنے گھر والوں کے صرف میں لایا، سب سے بڑا اجر والا وہ دینار ہے جو تو اپنے گھر والوں کے صرف میں لایا (رواہ مسلم، باب الزکوٰۃ ۹۵)۔۔۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! بیرحاء (کا باغ) مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ پسند ہے اور یہ اللہ کے نام پر میں خیرات کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس کی نیکی اللہ کے پاس میرے لیے جمع رہے گی، اب آپ اس میں جیسے اللہ بتائے تصرف کیجیے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: میرے نزدیک تو مناسب ہے کہ تم اس کو اپنے قرابت داروں کو دے دو، حسبِ ہدایت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے قرابت داروں اور چچازادوں کو تقسیم کر دیا۔ متفق علیہ (بخاری فی الزکاۃ باب ۴۴، مسلم باب فی الزکاۃ ۴۲)(۲۱)

درج بالا احادیث کی روشنی میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ صدقات و زکوٰۃ کا سب سے بہترین مصرف رشتہ دار و قرابت دار ہیں۔ شرع کی رو سے اپنے باپ، دادا، پردادا اسی طرح اوپر والے اور بیٹا،

پوتا، پرپوتا اسی طرح نیچے والے، ماں، نانی پرنانی اسی طرح اوپر والے، بیٹی، نواسی، پرنواسی اسی طرح نیچے والے کو زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جس سکتا۔ البتہ زکوٰۃ نکالنے سے قبل ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا چاہیے۔ ان کی ضرورت کی تکمیل کے بعد اگر کوئی صاحب نصاب ہوتا ہے تو وہ ان کے علاوہ پہلے اپنے رشتہ داروں میں زکوٰۃ دے۔ اگر رشتہ داروں میں شرع کے اعتبار سے کوئی مستحق نہیں تو تمام مصارف میں کسی مصرف میں دے سکتا ہے۔

درج بالا تحریر کی روشنی میں اسلام نے جو نظامِ زکوٰۃ وصدقات ہمیں دیا ہے اس کی وضاحت درج ذیل نکات میں کی جاتی ہے:

۱۔ صدقات کی تین اقسام فرض، واجب اور نفل ہیں۔ زکوٰۃ فرض۔فطرہ واجب اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد بھی کسی ضرورت مند کی اضافی مدد کرنا نفلی صدقہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اسلام میں زکوٰۃ ادا کرنا فرضِ قطعی ہے۔ جو کہ ارکانِ اسلام میں شامل اور اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ جو شرع میں بیان کردہ اصول کے تحت جو بھی صاحب نصاب ہے اس پر فرض ہے۔

۳۔ زکوٰۃ فرض ہوتے ہی ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کی ادئیگی میں بلا شرعی عذر تاخیر مکروہِ تحریکی ہے۔

۴۔ زکوٰۃ کی وصولی کی چار مدیں ہیں جس میں نقد روپیہ، پھل اور پیداوار، مویشی اور اسبابِ تجارت شامل ہیں۔

۵۔ صدقات وزکوٰۃ جس علاقے سے وصول کیے جائیں اسی علاقے کے مستحقین پر صرف کر دیے جائیں۔

۶۔ صدقہ تندرستی کی حالت میں کیا جائے کیونکہ موت کے وقت صدقہ کرے یا نہ کرے مال دوسروں کا ہی ہوجائے گا۔

۷۔ صدقات کی قبولیت کے لیے مال کا پاک (حلال) ہونا ضروری ہے۔

۸۔ صدقات وصول کرنے کے لیے ہر قبیلے کے لیے الگ الگ محصلین (عاملین) مقرر کیے جائیں۔

۹۔ مقرر کردہ محصلین کو زکوٰۃ کی شرعی مقدار اور اس کے وصول کرنے کے اصول وضوابط سے مکمل آگاہی دی جائے۔

۱۰۔ محصلین زکوٰۃ،صدقات شرع کے پابند ہوں اور بغیر کسی طمع لالچ کے شرع کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دیں۔ اور ان میں وہی لوگ شامل کیے جائیں جو اپنے زہد وتقویٰ کے لیے

مشہور ہوں، مال اور دنیاوی عیش وطرب کو اہمیت نہ دیتے ہوں۔

۱۱۔ محصلینِ زکوٰۃ میں شامل ہونے کے لیے اگر کوئی خود کو پیش کرنا چاہے تو اسے شامل نہ کیا جائے چاہے وہ بہت تقویٰ والا ہی کیوں نہ ہو۔ امیر محصلین کو خود چنے اور یہ احتیاط کرے کہ جو خود محصل بننا چاہتا ہے یا محصل بننے کے قابل نہیں ہے تو اسے محصلین میں شامل نہ کرے۔

۱۲۔ محصلینِ زکوٰۃ میں امیر یا غریب کسی کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے اور معیار تقویٰ ہے۔ اور اس کام کے عوض محنتانہ بھی سب کے لیے جائز ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مستحق ہو یا مستحق نہیں ہو۔ البتہ خاندانِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کسی صورت اس مال میں سے کچھ نہیں لے سکتا۔

۱۳۔ محصلینِ زکوٰۃ کو چننے والا امیر بھی شرع کا پابند ہو۔ اس کا دل دنیاوی خواہشات، طمع لالچ اور مال کی محبت سے پاک ہو۔

۱۴۔ محصلین جب اپنی ذمہ داریاں انجام دے کر لوٹیں تو امیر شرعی تقاضوں کے مطابق تمام محصلین کا بھرپور احتساب کرے۔

۱۵۔ محصلین (عمال) کو بقدرِ ضرورت شرع کے مطابق معاوضہ دیا جائے۔ چونکہ خاندانِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم صدقات وزکوٰۃ نہیں لے سکتے اس لیے انہیں محصلین میں بھی شامل نہیں کیا جائے گا۔

۱۶۔ اگر مال سے شرع کی متعین کردہ مقدار کے مطابق زکوٰۃ وصدقات نکال دیے جائیں تو باقی ماندہ پورا مال پاک کہلائے گا، اگرچہ کوئی اربوں روپے کے اثاثہ کا مالک کیوں نہ ہو وہ کنز کے ذمرے میں نہیں آئے گا۔

۱۷۔ صدقات وزکوٰۃ ظاہری اور پوشیدہ دونوں طرح سے دیے جا سکتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ جسے آپ زکوٰۃ دے رہے ہیں اسے بھی معلوم ہو کہ اسے زکوٰۃ دی جا رہی ہے۔ ضروری یہ ہے کہ وہ مستحق ہو۔

۱۸۔ اگر صدقات وزکوٰۃ غلطی سے لاعلمی میں کسی غیر مستحق کو دے دیے جائیں مگر خلوص سے دیے گئے ہوں تو مقبول ہوں گے۔ مگر دینے سے پہلے پوری طرح سوچ سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ غلطی کا احتمال نہ ہو۔

۱۹۔ اگر کوئی شخص قرض دار ہو اور وہ صدقہ کرے تو اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اسے اپنا

قرض ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ پیسہ جسے وہ صدقہ کر رہا ہے اس کا نہیں بلکہ اس کا حق ہے جس کا وہ مقروض ہے۔ اس طرح شریعت اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی دوسرے کے مال کو خرچ کرے۔

۲۰۔ اسی طرح کسی کے خاندان والے محتاج ہوں وہ بھی صدقہ کرنے کے بجائے اپنے خاندان والوں کی محتاجی دور کرے۔

۲۱۔ اگر کوئی مسلمان زکوٰۃ دینے سے انکار کرے تو اس کے خلاف شرع کے مطابق کاروائی کی جائے یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ دینے لگ جائے۔

۲۲۔ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف جو قرآن وسنت نے بتائے ہیں انہیں کو زکوٰۃ دی جائے کسی غیر مستحق کو جان بوجھ کر زکوٰۃ دینا اپنے مال کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

یہ ہے نظامِ زکوٰۃ، صدقات وانفاق فی سبیل اللہ جو ہمیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عملی طور پر سکھایا ہے۔ اگر آج بھی ہم مملکتِ اسلامیہ میں اس نظام کو بعینہ نافذ کردیں تو ایک معتدل اور معاشی طور پر مستحکم معاشرہ وجود میں آئے گا۔ چوری چکاری، ڈکیتی، بے ایمانی، چھینا جھپٹی جیسی کئی مالی بیماریوں سے معاشرہ پاک ہوجائے گا۔ مال چند ہاتھوں میں محدود رہنے کے بجائے گردش کرتا ہوا ہر ضرورت مند ہاتھ میں آئے گا اور حکومتی ساخت کو بھی مضبوط کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیش کردہ نظام کو اپنے معاشرے میں لاگو کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

مصادر ومراجع:

۱۔ سیّد زوار حسین شاہ، مولانا، زبدۃ الفقہ خلاصہ عمدۃ الفقہ، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

۲۔ سیرۃ النبی ﷺ، شبلی نعمانی، علامہ/ سلیمان ندوی، سید،اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل ۲۰۱۲ء، ص ۵۲، ۵۱

۳۔ 2البقرۃ43)

۴۔ 2البقرۃ83

۵۔ 9التوبۃ11

۶۔ 23المومنون4

۷۔ 35فاطر29

۸۔ 9التوبة103

۹۔ 9التوبة104

۱۰۔ 57الحديد18

۱۱۔ سیرة النبی ﷺ، شبلی نعمانی ،علامه/ سلیمان ندوی، سید،اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل ۲۰۱۲ء، ص ۱۵۹

۱۲۔ سیرتِ سرورِ کونین ﷺ کامل، جلد دوم، عاشق الٰهی بلند شهری، مولانا، ادارة المعارف کراچی، ص ۵۲۱/۵۲۰، فروری ۲۰۱۱ء

۱۳۔ تفهیم البخاری شرح صحیح بخاری،ظهور الباری اعظمی، مولانا، دارالاشاعت، ص ۶۵۵،جنوری۱۹۸۵ء

۱۴۔ سیرة النبی ﷺ، شبلی نعمانی ،علامه/ سلیمان ندوی، سید،اشتیاق مشتاق پرنٹرز، اپریل ۲۰۱۲ء، ص ۴۹،۴۸،۴۷

۱۵۔ تفهیم البخاری شرح صحیح بخاری،ظهور الباری اعظمی، مولانا، دارالاشاعت، ص ۶۵۴،جنوری۱۹۸۵ء

۱۶۔ 2البقرة271

۱۷۔ تفهیم البخاری شرح صحیح بخاری،ظهور الباری اعظمی، مولانا، دارالاشاعت، ص ۶۶۱/۶۶۰،جنوری۱۹۸۵ء

۱۸۔ تفهیم البخاری شرح صحیح بخاری،ظهور الباری اعظمی، مولانا، دارالاشاعت، ص ۶۶۳،جنوری۱۹۸۵ء

۱۹۔ ایضاتفهیم البخاری ص ۶۴۸/۶۴۷

۲۰۔ 9التوبة60

۲۱۔ تفسیرِ مظهری اردو جلد سوم، قاضی ثناء الله پانی پتی، علامه، ترجمه سید عبد الدائم الجلالی، مولانا، دارالاشاعت، مئی ۲۰۱۵ء، ص ۲۲۵ تا ۲۳۵